ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022

Vol 6 No.1 2022

خطۂ بہاول پور کی مذہبی شخصیات کے سوانحی خاکے

RELIGIOUS URDU PERSONIFICATION IN BAHAWALPUR REGION

۱۔ڈاکٹر سائرہ ارشاد

۲۔ڈاکٹر صدف فاطمہ

۳۔سید ازور عباس

Abstract:

Personality writing is considered an important genre of prose in non-fiction prose literature. These included short biographies of personal information, mystical specimens and their merits and demerits. Yousuf Nazim, Mujtaba Hussain, Rahim Gul, Salman Butt, Ahmad Jamal Shah and Iqbal Saghar Siddiqui were prominent figures in the characterization of Urdu literature. Is available In the Bahawalpur region, Masood Hassan Shehab, Ataullah Awan, Anis Shah Jilani, Tahir Mehmood Korija, Salahuddin Owaisi, Mehr Mohammad Bakhsh Nol, Muzammil Bhatti and Qudratullah Shehzad played significant roles in the development of this genre,the introduction, information about ancestors, birth, education and contacts with various religious figures are specially included. Numerous religious leaders visited the Bahawalpur region and enlightened the land with their preaching. Of course, the Bahawalpur region is of great importance in terms of religious personification.

Keywords: *Personality traits, glorious beings, profound observations, costumes and personal habits and qualities, impressionistic style*

کلیدی الفاظ: شخصیت نگاری، جلیل القدر ہستی، عمیق مشاہدہ، حلیہ نگاری اور شخصی عادات وخصائل، تاثراتی انداز

شخصیت نگاری میں مقدس شخصیات کے بارے میں ایسے واقعات قلم بند کیے جاتے ہیں جو انسانی ذہن تسلیم کرنے سے انکار کرتا ہے تاہم ایسی ہستیوں کی اپنی الگ دنیا اور منفرد نظام ہے۔ بلاشبہ اناالحق کا نعرہ راہِ سلوک کی دشوار منزلیں طے کرنے کے بعد ہی لگایا جاسکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے خاص لوگوں کا استقبال خود کعبہ کرتا ہے تاہم وہ اپنے ساتھ پیش آنے والے معاملات کسی سے بیان نہیں کرتے۔ مذہبی شخصیات سے متعلق ابتدائی شکل قدیم تذکروں میں ملتی ہے۔ ان تذکروں میں شخصی معلومات کے حوالے سے مختصر سوانح، صوفیانہ کلام کا نمونۂ اور س خوبیاں وخامیاں شامل تھیں۔ اردو ادب کی شخصیت نگاری میں یوسف ناظم، مجتبیٰ حسین، رحیم گل، سلمان بٹ، نرمیندر لوتھر، احمد جمال شاہ اور اقبال ساغر صدیقی کو نمایاں حیثیت حاصل ہے۔ اُردو ادب میں شخصیت نگاری کی تاریخ اگرچہ مختصر ہے تاہم اس صنف کا جائزہ لیں تو مذہبی، علمی، ادبی، معلوماتی اور فنی لحاظ سے یہ صنف خاصی جان دار ہے اور اپنے ارتقائی سفر کی جانب تیزی سے رواں دواں ہے۔ خطۂ بہاول پور میں مذہبی شخصیت نگاری کی صنف میں بے پناہ وسعت پائی جاتی ہے۔ مختلف ادباء نے منفرد اندازِ تحریر سے اس خطے کی جان دار روایت کو آگے بڑھایا ہے۔ سیّد مسعود حسن شہاب دہلوی ۲۰ / اکتوبر ۱۹۲۲ء کو سیّد منظور حسن رضوی کے ہاں دہلی میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم دہلی سے حاصل کی جب کہ ادیب فاضل اور بی۔ اے کا امتحان پاس کیا۔

---

* لیکچرر شعبہ اردو گورنمنٹ صادق کالج ویمن یونیورسٹی بہاولپور

** اسسٹنٹ پروفیسر شعبہ اردو، یونیورسٹی آف کراچی

*** پی ایچ ڈی اسکالر، شعبہ اردو، پنجاب یونیورسٹی، لاہور

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022

Vol 6 No.1 2022

ہجرت کے بعد مسعود حسن شہاب نے ۱۹۴۸ء میں ہفت روزہ ''الہام'' کا اجراء کیا جب کہ بہاول پور کے ادبی رسالے ''الزبیر'' کا اجراء ۱۹۵۰ء میں کیا۔ سیّد مسعود حسن شہاب دہلوی کی درج ذیل کتابیں منظرِ عام پر آچکی ہیں جن میں ''نقوشِ شہاب''، ''جنگ نامہ''، ''موجِ نور (حمد، نعت، قصیدہ، مرثیہ)، ''خواجہ غلام فرید شخصیت اور فن''، ''خطۂ پاک اُوچ (تاریخ)۸''، ''بہاول پور میں اُردو (تاریخ)''، ''اولیائے بہاول پور''، ''سفر ہی سفر''، ''وادیٔ جمنا سے وادیٔ ہاکڑہ تک''، ''تکملہ سیر الاولیاء''، ''لطائف سیر یہ''، ''بہاول پور کی قدیم دستاویزات'' اور، ''مشاہیر بہاول پور'' زیادہ اہمیت کی حامل ہیں۔

سیّد مسعود حسن شہاب دہلوی کی شخصیت نامے پر مشتمل کتاب ''مشاہیر بہاول پور'' میں کئی اہم مذہبی شخصیات کی تفصیل درج ہے۔ انھوں نے اس خطے کی مذہبی شخصیت میر سراج الدین کے بارے میں لکھا کہ وہ اپنی درس گاہ میں لوگوں کو دینی تعلیم کے علاوہ دنیاوی تعلیم کا شعور دیتے تھے نیز انھوں نے اصلاحِ معاشرہ کے لیے بھی بھرپور کوشش کی یہی وجہ تھی کہ انھیں ریاست کا سر سیّد کہا جاتا تھا۔ میر صاحب کے بارے میں ایک واقعہ بیان کیا گیا ہے جو کچھ یوں ہے:۔

> ''انھوں نے کسی طوائف سے کہا کہ وہ اپنی عاقبت خراب کرنے کی بجائے کسی سے نکاح کر کے اس کا گھر آباد کرلے تو وہ کہنے لگی کہ میر صاحب اگر آپ مجھ سے نکاح کر لیں تو اس پیشے کو میں آج چھوڑنے کو تیار ہوں۔'' [۱]

میر سراج الدین کو اس جواب کی توقع نہ تھی تاہم انھوں نے اپنی بزرگی کا حوالہ دے کر طوائف کے لیے کسی مناسب رشتے کی تلاش پر معاملہ ختم کیا۔

شیخ عبد الحمید صحرائی نیک سیرت بزرگ تھے۔ ۱۹۵۴ء میں آل پاکستان مسلم لیگ کونسل کے اجلاس میں کونسلر کی حیثیت سے ڈھاکہ روانہ ہوئے تو جہاز میں پیدا ہونے والی دلچسپ صورتِ حال کو سیّد مسعود حسن شہاب دہلوی ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں:۔

> ''ایئر ہوسٹس نے صحرائی صاحب کا شانہ ہلا کر انھیں چائے پینے کی دعوت دی تو انھوں نے پہلے آنکھیں کھولیں اور لاحول پڑھ کر پھر آنکھیں بند کر لیں۔ بیچاری ایئر ہوسٹس تو کھسیانی ہو کر دوسری طرف چلی گئی لیکن پورا جہاز قہقہوں سے گونج اُٹھا۔'' [۲]

شیخ الجامعہ مولانا غلام محمد گھوٹویؒ، میجر محمد شمس الدین، کرنل مقبول حسن قریشی، کرنل سیّد سعید ہاشمی، جج محمد اکبر خان، سیّد حسنین احمد شاہ، راؤ فضل الرحمن، مولوی محمد علی درویش، عبد المجید رحمانی، خواجہ طاہر محمود کے مذہبی شخصی خاکے محنت و لگن اور فرض شناسی کے عکاس ہیں۔

سیّد مسعود حسن شہاب دہلوی نے ان مذہبی شخصیات کی ایمانداری اور فرض شناسی کا حوالہ دے کر یہ واضح کیا کہ حرص و لالچ سے کوسوں دور یہ عظیم بزرگ ہستیاں اپنے نصب العین کے تعین میں بلاخوف و خطر آگے بڑھتی رہیں۔ سیّد مسعود حسن شہاب دہلوی ان شخصیات کی عبادت گزاری، مذہب کی ترویج و اشاعت، ملازمت اور سیاست کے بارے میں تفصیل فراہم کرتے ہیں۔

عطاء اللہ اعوان یکم جنوری ۱۹۳۶ کو چاہ نظام والا موضوع حاصل پور لاڑ میں پیدا ہوئے۔ عطاء اللہ اعوان مذہب سے گہرا لگاؤ رکھتے تھے۔ انہیں کم عمری میں ہی علمائے کرام کی صحبت میسر رہی۔ سیّد عطاء اللہ شاہ بخاریؒ سے خصوصی لگاؤ رہا یہی وجہ ہے کہ وہ ارکانِ اسلام کی پابندی کرتے تھے۔ ان کی کتاب'' ندیمانِ جمال'' ادبی حلقوں میں پذیرائی حاصل کر چکی ہے۔

عطاء اللہ اعوان اپنی شخصیت نامے پر مبنی کتاب ''ندیمانِ جمال'' میں مذہبی شخصیت قاضی احسان احمد کی شخصیت کے بارے میں اس طرح وضاحت بیان کرتے ہیں کہ قاری کے سامنے کوئی چلتا پھرتا کردار اپنی تمام خصوصیات کے ہمراہ آن موجود ہوتا ہے:۔

> '' قاضی جی کا چہرہ کھلی کتاب کی مانند تھا، پیشانی کشادہ تھی، آنکھیں روشن تھیں، ناک ان کے چہرے پر خوب جچتی تھی، بڑی مقفّٰی و مسجع شرعی داڑھی تھی۔'' [۳]

عطاء اللہ اعوان نے پروفیسر حفیظ الرحمن کی شخصی خصوصیات نہایت خوبی سے بیان کی ہیں۔ ان دونوں کے مابین دینی و ادبی مسائل اور جدید رجحانات کے حوالے سے بحث و مباحثہ ہوتا۔ پروفیسر حفیظ الرحمن اپنا نقطۂ نظر یوں پیش کرتے ہیں:۔

> ''ترقی پسندوں نے شعر و ادب کی زبان میں ہر اس قدر کی نفی کی جس میں دین و مذہب کے روشن اصولوں کا کچھ شائبہ نظر آیا۔'' [۴]

اس اقتباس سے پروفیسر حفیظ الرحمن کی مذہبی وابستگی، ذہنی اُفتادگی اور مشاہداتی نظر کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے ان کے لہجے میں ادبی چاشنی کے علاوہ طنزیہ کاٹ بھی موجود ہے۔ ادب و مذہب کے گہرے مطالعے اور حب الوطنی کی بناء پر وہ اپنے نظریات کو ایک خاص نہج سے بیان کرتے۔ عطاء اللہ اعوان پروفیسر حفیظ الرحمن کے نظریات کو بھرپور انداز میں بیان کرکے ان کی شخصیت کی تہہ دَر تہہ پرتیں کھولتے ہیں۔:

''شخصیت جیسی بھی ہو اس کو بے کم و کاست پیش کرنا ہی خاکہ نگاری کی کامیابی ہے۔'' [۵]

خاکہ نگاری کے لیے ضروری ہے کہ جس شخصیت پر خاکہ لکھا جائے اُس کی پوری شخصیت قاری پر واضح ہو جائے تاکہ خوبیوں کے ساتھ ساتھ خامیوں کا بھی پتا چل جائے۔ عطاء اللہ اعوان ان شخصیت ناموں کو نہ صرف واقعات تک محدود رکھتے ہیں بلکہ ان کے ساتھ اپنا تعلق اس طرح جوڑ دیتے ہیں کہ باہمی تعلقات کی نوعیت اُجاگر ہو۔ :

''کمزوریوں کو بیان کرنے کا مقصد شخصیت کی تحقیر و تذلیل نہیں بلکہ اس کی اصل فطرت کو آشکار کرنا ہے۔'' [۶]

سیّد انیس شاہ جیلانی محمد آباد موضع بیگ مہر تحصیل صادق آباد میں ۲۳/ اکتوبر ۱۹۳۷ء کو پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم اپنے علاقے کے پرائمری مؤدب سکول سے حاصل کی۔ ان کے والد سیّد مبارک شاہ نے ۱۹۵۰ء میں رئیس محمد احمد جعفری کے پاس تعلیم و تربیت کی غرض سے کراچی بھجوا دیا تاہم تعلیم سے عدم دلچسپی کی وجہ سے یہ سلسلہ جاری نہ رہ سکا۔ سیّد انیس شاہ جیلانی مبارک اُردو لائبریری کے سرپرست تھے۔ ان کی ''سفر نامہ مقبوضہ ہندوستان''، ''آدمی غنیمت ہے''، ''آدمی، آدمی انتر''، ''خطوط مولانا غلام رسول مہر''، ''دیوانِ حیرت شملوی''، ''کاغذی پیرہن''، ''نوازش نامے''، ''محفل دیدم''، ''معاصرین مبارک''، ''مڑ دنگ'' اور ''مہاندراڈ یکھینس'' کے عنوان سے کتابیں منظر عام پر آچکی ہیں۔

سیّد انیس شاہ جیلانی کے خاکوں کا مجموعہ ''آدمی غنیمت ہے'' میں پہلا شخصیت نامہ عبدالمجید حیرت شملوی کے بارے میں ہے۔ حیرتؔ شملوی کی کتابیات کے ذریعے سیّد انیس شاہ جیلانی ان کے علمی و ادبی خزانے کی آبیاری کرتے ہیں۔ وہ قاضی احسان احمد شجاع آبادی کے شخصیت نامے میں حلیہ نگاری ان الفاظ میں کرتے ہیں:۔

''کتابی چہرہ، غالب کی زبان میں چمپئی رنگ چاندی سی مشت بھر سے ذرا بڑی کھچڑی چھدری داڑھی، شرعی کترواں لب، ناگوں کی طرح بل کھاتی ہوئی بنی سنوری زلفیں، جو عنفوانِ شباب میں گھنی زلفوں کی چغلی کھا رہی تھیں۔'' [۷]

سیّد انیس شاہ جیلانی، ضیاء الدین برنی کی گھریلو زندگی، عبادت گزاری اور مذہب سے لگاؤ کو نہایت وضاحت سے بیان کرتے ہیں۔ وہ برنی صاحب کی نیک نامی اور اچھی خصوصیات کا تذکرہ کرتے ہیں۔ شخصی اوصاف کو عمدگی سے بیان کیا گیا ہے لیکن انھوں نے حالات و واقعات کی ترتیب برقرار نہیں رکھی جو بات یا یادداشت جہاں دل کیا بیان کر دی بلکہ کئی جگہوں پر محض اس لیے ذکر کر دیا کہ کہیں ذہن سے محو نہ ہو جائے۔ علم و ادب کی نایاب ہستیوں کے خاکوں کو یکجا کرنا یقیناً ایک بہت بڑا علمی کارنامہ ہے۔ ایسے کم یاب لوگ شامل کیے گئے جن میں بیشتر دارِ فانی سے کوچ کر چکے ہیں۔

خواجہ طاہر محمود کوریجہ ۸/ اگست ۱۹۴۲ء میں شیدانی شریف تحصیل لیاقت پور میں پیدا ہوئے۔ ان کے والد حضرت خواجہ غلام غوث اعلیٰ درجے کے طبیب تھے اور حضرت خواجہ غلام فریدؒ کے خاندان میں سے تھے۔ طاہر محمود کوریجہ نے ابتدائی تعلیم شیدانی شریف سے حاصل کی۔ انہیں بچپن سے ہی کتاب بینی سے گہرا لگاؤ رہا۔ خواجہ طاہر محمود کوریجہ کی ذاتی لائبریری میں ہزاروں نادر کتابیں، معلوماتی اور تاریخی صحیفے و جرائد موجود ہیں۔ خواجہ طاہر محمود کوریجہ کی کئی کتابیں شائع ہو چکی ہیں۔

خواجہ طاہر محمود کوریجہ کا ''شہر دوستاں'' میں شامل پہلا شخصی خاکہ حضرت نور جہانیاںؒ کے حوالے سے ہے جس کا نام ''آفتاب نورانیاں'' رکھا گیا ہے۔ حضرت میاں نور جہانیاںؒ پہلی بار شیدانی شریف تشریف لائے تو خواجہ طاہر محمود کوریجہ کے والد نے ان کا بھرپور استقبال کیا۔ حضرت نور جہانیاںؒ شیدانی شریف کئی دن مقیم رہے اور اپنے علم کی روشنی سے دوسروں کو منور کیا۔ انھوں نے شاعروں، ادیبوں، عالموں اور سجادہ نشینوں کے لیے ایسا شاندار اجتماع کیا کہ جس کی مثال نہیں ملتی۔

خواجہ طاہر محمود کوریجہ اپنی عقیدت و محبت کو نہایت خوب صورتی سے بیان کرتے ہیں۔ لفظوں میں مہارت اور پختگی تحریر میں جان پیدا کر دی ہے۔ وہ حضرت صاحب کی عبادت گزاری، علمی مہارت اور کشف و کرامات کے واقعات بیان کرتے ہیں ۔ حضرت صاحب قبلہ عالم کے عرس کی آخری مجلس میں تمام اہم امور خود انجام دیتے رہے۔ شرکائے محفل میں برصغیر کے بے شمار روحانی خانوادے مشہور تھے، ان میں اجمیر شریف، سیال شریف، تونسہ شریف، شیدانی شریف، منگھیر شریف اور دیگر کئی سجادہ نشینوں سے مخاطب ہو کر فرمایا:

"اگر آپ حضرات یہ سمجھتے ہیں کہ حضرت قبلہ عالمؒ کے سجادۂ رُشد وہدایت پر بیٹھ کر میں نے اپنے بزرگان اور شریعت محمدؐ کریم کے احکامات کی تعمیل کی ہے تو پھر حسن خاتمہ کے لیے بارگاہ رب العزت میں میرے لیے دُعا کریں اور مجھے رخصت کریں۔" [۸]

حضرت صاحب کی گفتگو نے محفل کو آبدیدہ کر دیا۔ یقیناً ایسی بابرکت ہستیاں اپنے نیک اعمال کے ذریعے نہ صرف ہدایت پاتی ہیں بلکہ اوروں کے لیے مثال ہوتی ہیں۔ طاہر محمود کوریجہ نے انتہائی خوب صورتی سے حضرت صاحب کی زندگی اور عبادت گزاری کے علاوہ اشعار کے ذریعے ان کی عشق خدا سے لگن اور عشق مصطفی کی تڑپ کو اُجاگر کیا ہے۔

حضرت خواجہ ہوتؒ محمد سے ملاقات کے لیے شیدانی شریف کے راستے کی دشواری کے باوجود علم ومعرفت کے متوالوں کی آمد ورفت جاری رہتی۔ وہ تفاسیر، احادیث اور تصوف کے درس دیتے اور چاہنے والے جوق در جوق آکر علم کی روشنی حاصل کرتے۔ حضرت صاحب اپنے ایک عقیدت مند کو اگلی صبح شیدانی شریف سے چار میل کی دوری پر واقع خان بیلہ جانے کا کہتے ہیں۔ اگلے دن اس کی آمد تاخیر سے ہوئی تو وجہ پوچھنے پر وہ بولا کہ خان بیلہ سے آرہا ہوں۔ حضرت صاحب نے فرمایا کہ کام پوچھ کر نہیں گئے تو عقیدت مند نے خاموشی اختیار کی کیوں کہ اُس نے حکم کی تعمیل کی تھی اور اسے روحانی تربیت کا حصہ سمجھتے ہوئے یہ پوچھنا گوارہ نہ کیا کہ کس کام کے سلسلے میں جانا ہے۔ اس کیفیت کو طاہر محمود کوریجہ انتہائی خوب صورتی سے اس طرح بیان کرتے ہیں:۔

"محبت انسان کو ماسوائے محبوب سے اندھا کر دیتی ہے۔ وہ کسی اور شئے کو دیکھ کر بھی نہیں دیکھ سکتا۔" [۹]

خواجہ طاہر محمود کوریجہ انتہائی سادہ مگر پُروقار انداز میں شخصی پہلوؤں کو بیان کرتے ہیں بلکہ لفظوں کی تاثیر قاری کو اپنے سحر میں جکڑ لیتی ہے۔ یقیناً ایسی دل آویز شخصیات کے بارے میں جہاں ہدایت کا درس ملتا ہے وہیں بیش بہا معلومات بھی روح کو سیراب کرتی ہے۔

حضرت خواجہ نور محمد مہارویؒ، حضرت خواجہ غلام غوثؒ، حضرت اکرام حسین شاہؒ، خواجہ بدر السلام فروغی، مولانا احمد علی، مولانا واحد بخش، علامہ منظور احمد رحمت، ڈاکٹر طاہر تونسوی، طاہر چشتی، افتخار اظہر، جیسی اہم مذہبی شخصیات کو انتہائی خوب صورتی اور عقیدت سے بیان کیا گیا ہے۔

بنیادی طور پر "شہر دوستاں" طاہر محمود کوریجہ کے دل کش اسلوب اور پُر تاثیر جملوں کی بدولت نہایت عمدہ شخصیت سازی پر مبنی کتاب ہے۔ اس میں شامل شخصیات کو نہایت خوبصورتی سے بیان کر کے قاری کی دلچسپی برقرار رکھی گئی ہے۔ طاہر محمود کوریجہ حلیہ نگاری اور شخصی عادات وخصائل بیان کرنے میں مہارت رکھتے ہیں چناں چہ اس تصنیف میں جن شخصیات کو مد نظر رکھا گیا ان سے وابستہ یادوں اور ان کی اہم خدمات وکارناموں کو مختصر مگر مؤثر انداز میں بیان کر کے شخصیت کے بارے میں معلومات فراہم کی گئی ہیں۔

مہر محمد بخش نول ۲/ جنوری ۱۹۴۵ء کو موضع کوٹ سائی سنگھ ضلع جھنگ میں پیدا ہوئے۔ مہر محمد بخش نول نے بہاول پور میں ملازمت اختیار کی جب کہ یکم جنوری ۲۰۰۵ء کو بطور اسسٹنٹ کنٹرولر امتحانات بہاول پور سے ریٹائر ہوئے اور اسی شہر میں مستقل سکونت اختیار کی۔ مہر محمد بخش نول کی اہم تصانیف میں "ملت اسلامیہ کا اسیر ہیرو"، "ڈاکٹر عبدالقدیر خان"، "تاریخ قبیلہ نول راجپوت"، "تذکرہ پینسٹھ برس کا" اور "عزیمت کے پیکر اور تحریکِ اسلامی" شامل ہیں۔

مہر محمد بخش نول کی شخصی خاکوں پر مبنی کتاب "عزیمت کے پیکر اور تحریکِ اسلامی" کے عنوان سے منظر عام پر آئی۔ اس میں جماعت اسلامی کے اہم کارکنوں اور مذہبی شخصیات کے سوانحی حالات، سیاسی سرگرمیوں اور ملازمت کے علاوہ ہجرت کے بعد کی صورتِ حال کو بھی نمایاں انداز میں پیش کیا گیا ہے۔ کم وبیش تمام سوانحی خاکوں میں جتنی بھی مذہبی شخصیات کا تعارف بیان کیا گیا ہے وہ مولانا ابوالاعلیٰ مودودی کے نظریات سے متاثر تھیں اور جماعت اسلامی سے وابستہ ہو کر مذہب کے فروغ میں کوشاں نظر آئیں۔ اس مقصد کے لیے کئی نامور ہستیوں نے اپنی ملازمت ترک کی اور خود کو دنیاداری سے مکمل طور پر الگ تھلگ کر لیا۔ چودھری محمد صادق لالہ صحرائی کا تعلق جہانیاں سے ہے جب کہ اس سوانحی خاکے میں ان کا تعارف ان الفاظ میں بیان کیا گیا ہے:۔

"وہ بیک وقت ایک افسانہ نگار، داستان گو، ایک بلند پایہ انشاپرداز، ایک طاقت ور طنز نگار، ایک باکمال قلمی مصور، ایک قلمی نقاد اور سب سے بڑھ کر عاشق رسولؐ کے نغمہ سرا تھے۔" [۱۰]

"عزیمت کے پیکر اور تحریک اسلامی" میں سو سے زائد مذہبی شخصیات کی تفصیل بیان کی گئی ہے تاہم مہر محمد بخش نول نے ہر سوانحی خاکہ ایک ہی سانچے میں ڈھال کے پیش کیا۔اس کتاب میں جتنی شخصیات بھی شامل کی گئیں ان کے حوالے سے عرق ریزی کے بعد معلومات اکٹھی کر کے شخصیت سازی کا روپ دینا یقیناً ایک نہایت مشکل اور پیچیدہ مرحلہ تھا۔ان شخصیات کے بارے میں ہجرت اور سیاسی سفر کی تفصیل کم و بیش ہر خاکے کا بنیادی حصہ محسوس ہوتی ہے تاہم قیام پاکستان کے وقت ہجرت کر کے آنے والی شخصیات کی جس انداز میں منظر کشی کی گئی ہے وہ نہایت عمدہ ہے۔اسی طرح ماضی میں لوگوں کی سادگی اور جذبہ حب الوطنی کی بھی بھرپور عکاسی ملتی ہے۔تعلیم حاصل کرنے کے بعد کسی اہم عہدے کا مل جانا نعمت سے کم نہیں ہوتا۔تحریکِ اسلامی سے وابستگی کی بنا پر اس طرح کی پرکشش آفر ٹھکرا کے جماعت سے وابستگی اختیار کر لینا کوئی معمولی بات نہیں ہے جب کہ جماعت اسلامی کے اصول وضوابط میں واضح طور پر سرکاری ملازم کی رکنیت کو ممنوع قرار دیا گیا تھا۔

صلاح الدین اویسی نے "بزرگانِ شہر بہاول پور" کے عنوان سے شخصیت نامے پر مبنی کتاب میں عظیم المرتبت شخصیات کے سوانحی کوائف مرتب کیے نیز اہم شخصیات کی خدمات کو بیان کر کے مبلغین اسلام کی کاوشوں کو سراہا ہے۔صلاح الدین اویسی نے ان شخصیات کی عقیدت و محبت اور اسلام سے وابستگی کو عمدگی سے بیان کیا ہے۔

"بہاول پور کا روحانی پس منظر" کے عنوان سے صلاح الدین اویسی خطہ بہاول پور کی اہمیت و افادیت اور یہاں کی تہذیب و ثقافت سے روشاس کراتے ہیں۔حضرت خواجہ قاضی محمد عاقلؒ ۱۱۴۹ھ میں پیدا ہوئے۔انھوں نے نور محمد مہاروی قبلۂ عالمؒ سے بیعت حاصل کی اور ان کی تربیت کے ذریعے روحانی مدارج مکمل کیے۔وہ بہت زیادہ متقی تھے اور انھوں نے عبادت و ریاضت کو اپنا نصب العین بنالیا۔صلاح الدین اویسی نے حضرت خواجہ قاضی محمد عاقلؒ کے علمی مقام، درس و تدریس، بیعت اور خلافت کے علاوہ بہاول پور آمد کے بارے میں تفصیل سے آگاہ کیا ہے۔آخری مغل بادشاہ بہادر شاہ ظفر نے خواجہ قاضی محمد عاقلؒ کی شخصیت سے متاثر ہو کر انہیں نذرانۂ عقیدت اس طرح پیش کیا:

صحبت پیر مغاں ہم کو خوش آتی ہے بہ دل

ہم ہیں عاقل ربط "عاقل" سے دلی رکھتے ہیں

دل فدا کرتے ہیں نام فخر دیں پے اے ظفر!

عشق اپنے پیر کامل سے ولی رکھتے ہیں[۱۱]

خواجہ قاضی محمد عاقلؒ کے خلفاء میں حضرت نور حسنؒ، حضرت خواجہ خدا بخش محبوب الٰہیؒ، حضرت خواجہ تاج محمودؒ، حضرت مولوی سلطان محمودؒ، حضرت مولوی گل محمدؒ، حضرت مولانا عبد اللہ بھٹیؒ اور حضرت حافظ جان محمدؒ شامل ہیں

اسی سلسلے کی ایک اور کڑی حضرت خواجہ غلام فریدؒ ہیں جو بہاول پور کے قصبہ چاچڑاں شریف میں ۱۲۶۱ھ میں پیدا ہوئے۔وہ علم و فضل میں ماہر تھے۔عبادت و ریاضت ان کا معمول تھی جب کہ درس و تدریس کے ذریعے لوگوں کی رہنمائی فرماتے تھے۔ریاست بہاول پور کے نواب محمد صادق رابع ان کے مریدین میں شامل تھے۔حضرت خواجہ غلام فریدؒ کو کم عمری میں ہی قدرتِ کلام حاصل تھی۔ان کے مقام و مرتبے کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ حضرت خواجہ غلام فریدؒ نے فرمایا:

"نازک مقام فقر میں اتنا اونچا چلا گیا ہے کہ خدمت خلق کے لیے اسے نیچے لانا پڑے گا۔" [۱۲]

"بزرگانِ بہاول پور" میں سیّد جلال الدین سرخ، حضرت جمال الدین خنداں روؒ، حضرت شیخ رضی الدین گنج علمؒ، بزرگ حضرت مخدوم حمید الدین حاکم، حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت، حضرت بی بی جیوندیؒ، حضرت مخدوم محمود ناصر الدینؒ، حضرت مخدوم حامد کبیر، حضرت سیّد صدر الدین، حضرت سیّد محمد غوث گیلانی، حضرت شیخ عبد القادر ثانی، حضرت سیّد عبد الرزاق گیلانی، حضرت سیّد حامد گنج بخش، سیّد ناصر الدین، حضرت خواجہ عبد الخالقؒ، اور حضرت ملوک شاہؒ، حضرت خواجہ محکم الدین سیر انیؒ ج حضرت قبلہ عالم خواجہ نور محمد مہارویؒ، پیر مولانا فخر جہاں دہلویؒ ایسی بزرگ شخصیات کا احوال تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔

مزمل بھٹی ۱۹/ دسمبر ۱۹۵۶ء کو فتح محمد بھٹی کے گھر پیدا ہوئیں جب کہ اسلامیہ یونیورسٹی بہاول پور میں تدریسی خدمات انجام دیں۔مزمل بھٹی ملازمت سے فراغت کے بعد آج کل سماجی کارکن کی حیثیت سے خود کو منوا رہی ہیں۔مختلف رسائل و جرائد میں ان کے تحقیقی و تنقیدی مضامین شائع ہوتے رہتے ہیں۔

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol 6 No.1 2022

مزمل بھٹی کی شخصیت نامے پر مشتمل کتاب ''صحرا مہک رہا ہے''میں خطۂ بہاول پور کی نامور خواتین کو شامل کیا گیا ہے۔ نصرت رشید کے شخصی خاکے میں لکھا گیا ہے کہ ان کا شمار بہاول پور کی پہلی صاحبِ دیوان شاعرہ کے طور پر کیا جاتا ہے۔ نصرت رشید کے ''دعائے نیم شبی''اور ''آہ سحر گاہی''کے عنوان سے نعتیہ مجموعے شائع ہو چکے ہیں۔ پاکستان کی معروف ادیبہ بشریٰ رحمن، نصرت رشید کی صاحبزادی ہیں۔ ڈاکٹر مزمل بھٹی نے چند نعتیں شامل کر کے نصرت رشید کی شاعرانہ خصوصیات بیان کی ہیں۔ بقول پروفیسر ڈاکٹر نجیب جمال ۔:

''خاکوں میں اختصار کو کہیں کہیں ضرورت سے زیادہ برتا گیا ہے۔'' [۱۳]

خورشید دین محمد کے شخصی خاکے میں بتایا گیا ہے کہ وہ بہاول پور کے معروف ڈاکٹر دین محمد کی اہلیہ تھیں۔ ڈاکٹر صاحب دردِ دل رکھنے کی بنا پر مریضوں کا مفت علاج کرتے تھے۔ اس سلسلے میں انھوں نے اپنے گھر کے اندر کلینک بنا رکھا تھا جب کہ خواتین مریض بیگم صاحبہ سے ملاقات کے دوران اپنے مسائل بیان کرتیں۔ بیگم صاحبہ کے فلاح و بہبود میں جن خواتین نے بھرپور ساتھ دیا ان کے بارے میں وضاحت شامل کی گئی ہے۔ انھوں نے بہاول پور میں اپوا تنظیم کی بنیاد رکھی جب کہ ان خواتین کی مالی مدد کی گئی جو دست کاری کے فن میں ماہر تھیں۔ اسی طرح یتیموں اور تعلیم سے محروم بچوں کے حوالے سے بیگم صاحبہ کی بھرپور کوششوں کو سراہا گیا ہے۔ مزمل بھٹی کا اندازِ تحریر سادگی پر مبنی ہے۔ وہ شخصیت سازی میں نجی حالات سے شخصیت کی قدروقیمت کا تعین کرتی ہیں جب کہ ان شخصی خاکوں میں غیر معمولی طوالت دکھائی نہیں دیتی یہی وجہ ہے کہ تحریر کا حسن برقرار رہتا ہے

''جس سے مدت کی شخصی واقفیت نہ ہو اس پر اس فن میں قلم نہ اُٹھانا ہی بہتر ہے۔'' [۱۴]

قدرت اللہ شہزاد ۱۱/ جولائی ۱۹۵۹ء کو محلہ سادات پورہ شاہی بازار بہاول پور میں پیدا ہوئے۔ انہوں نے بہاول پور کے معروف اخبارات ''دستور''، ''ستلج''اور ''سیادت''میں بطور ایڈیٹر فرائض انجام دیئے جب کہ ۸/ اپریل ۱۹۹۲ء کو صادق پبلک سکول بہاول پور سے وابستہ ہوئے اور اب اس ادارے سے ریٹائر ہو چکے ہیں۔

قدرت اللہ شہزاد ''اُجلے من کے لوگ''میں اہم شخصیات کو موضوع بناتے ہیں۔ خطۂ بہاول پور میں بے شمار صوفیا اور اولیائے کرام آباد ہوئے۔ ''اُجلے من کے لوگ''میں ایسی ہی بزرگ ہستیوں کے شخصی خاکے مرتب کیے گئے ہیں جنھوں نے اپنی زندگی اسلام کے لیے وقف کر دی۔ قدرت اللہ شہزاد پہلے شخصی خاکے میں حضرت قاضی عظیم الدینؒ کے بارے میں لکھتے ہیں کہ وہ انتہائی برگزیدہ ہستی تھے۔ ان کا نرم لہجہ اور شیریں آواز سامع کو اپنی جانب متوجہ کرتی تھی۔ ان کی وفات بہاول پور کی یتیمی قرار دی جا سکتی ہے۔ وہ شاہی خطیب تھے لہٰذا بہاول پور کے نواب ان کے پیچھے نماز کی ادائیگی اپنے لیے اعزاز سمجھتے تھے۔ قدرت اللہ شہزاد، قاضی صاحب کے مقام و مرتبے کو انتہائی عقیدت مندی سے بیان کرتے ہیں۔ یہ شخصیات خامیوں اور کمزوریوں سے ماورا ہوتی ہے جب کہ عام انسان میں خوبیوں کے ساتھ ساتھ خامیاں بھی پائی جاتی ہیں۔ سرزمین بہاول پور سے عقیدت و محبت کی بنا پر قدرت اللہ شہزاد شخصیت سازی میں تعارفی اور تاثراتی انداز اختیار کرتے ہیں۔ قدرت اللہ شہزاد، قاضی صاحب کی حلیم طبع اور قوت برداشت کے حوالے سے واقعات بیان کرتے ہیں جس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ اللہ کے نیک بندے دنیا اور دنیاوی معاملات میں کسی قسم کی غرض نہیں رکھتے۔ ان کا ہر کام اور عمل رضائے الٰہی کے لیے ہوتا ہے۔ وہ دنیا کی بجائے دین کو ترجیح دیتے ہیں۔ قدرت اللہ شہزاد، قاضی صاحب سے ملاقات کے دوران بتائے گئے ایک واقعے کا احوال اس طرح بیان کرتے ہیں۔:

''ایک بڑے مشنری ادارے کے سربراہ سے معروف صحافی ملا واحدی کی ملاقات ہوئی۔ انھوں نے پوچھا کہ تم اپنے ادارے پر زرِ کثیر بھی صرف کرتے ہو کیا اس کے نتیجے میں اب تک کوئی مسلمان اپنا مذہب بدل کر عیسائی بھی ہوا ہے؟ پادری نے کہا نہیں، اگرچہ کوئی شخص عیسائی نہیں ہوا لیکن وہ مسلمان بھی نہیں ہو رہے اور یہی ہمارے مشن کی کامیابی ہے۔'' [۱۵]

قدرت اللہ شہزاد مختلف طرح کے واقعات بیان کر کے ان کی قدرومنزلت سے آگاہ کرتے ہیں۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ لوگ کسی بھی اعزاز یا تعریف و توصیف کے محتاج نہیں ہوتے بلکہ اپنی خوشی سے ہمیشہ دوسروں کی مدد کرتے ہیں اور ان کی زندگی میں حائل رکاوٹوں کو دور کرتے ہیں۔ حضرت حاجی اللہ بخشؒ، مولانا محمد احمد انصاری حضرت علامہ نور احمد قاسمی، سیّد شریف الرحمن، علامہ محمد عبداللہ، حضرت قاری سیّد عبدالعلیم، حافظ محمد سعید اور حضرت شیخ دین محمد ایسی بزرگ ہستیاں ایک عہد کی داستان سناتی ہیں۔ قدرت اللہ شہزاد مختلف واقعات بیان کر کے ان کے علمی مرتبے اور اصلاحی پہلوؤں سے روشناس کراتے ہیں۔ انھوں نے عارضی دنیا سے دل لگانے کی بجائے خود کو اسلام کے سانچے میں ڈھال لیا ہے۔ یقیناً ایسی جلیل القدر ہستیاں اللہ تعالیٰ کی نظر میں بلند مقام و مرتبے کی حامل ہیں۔ معجزات سے بھرپور یہ واقعات احساس دلاتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے نیک اور برگزیدہ بندوں نے خود کو کس طرح عبادت میں وقف کر دیا۔ قدرت اللہ شہزاد کی تحریر میں قلم کی حرمت قائم رکھی گئی تھی۔:

"انھوں نے حقوق اللہ اور حقوق العباد کی ادائیگی پر ہر ممکن توجہ دی۔ لوگوں کو اصلاح و دعوت کی طرف متوجہ کیا۔ انھوں نے قول سے زیادہ فعل سے تبلیغ کی۔" [۱۶]

"اُجلے من کے لوگ" میں قدرت اللہ شہزاد نے انتہائی محنت اور تگ و دو سے بزرگ ہستیوں کے حالات و واقعات اکٹھے کیے۔ یہ شخصیات خود نمائی کی بجائے گوشہ نشینی اختیار کر لیتی ہیں۔ اس حوالے سے قدرت اللہ شہزاد نے ان برگزیدہ ہستیوں کے شخصی خاکے نہایت عرق ریزی سے مرتب کیے ہیں جب کہ ایک خاص ترتیب کو برقرار رکھا گیا ہے۔ شخصیات کا تعارف، آباؤ اجداد کے بارے میں معلومات، پیدائش، تعلیم اور مختلف شخصیات سے روابط کو خاص انداز سے شامل کیا گیا ہے۔ قدرت اللہ شہزاد کی ان بزرگ ہستیوں سے عقیدت و محبت کا بھی جا بجا اظہار ملتا ہے۔ انھوں نے سادہ اور قطعیت پر مبنی جملے استعمال کیے ہیں۔ کئی جگہوں پر بے ساختگی سے شخصی خاکہ دلچسپ صورتِ حال کا عکاس بن جاتا ہے۔

صلاح الدین اویسی، حیدر قریشی، خالدہ رفعت، مشہود حسن رضوی، شبیر احمد، مظہر مسعود، ناصر حسنی، زاہد علی خان، سیّد زوار حسین شاہ، رمضان طاہر، نعمان فاروقی، محمد طاہر، محمد عارف جان، احمد علی شاہ،، سیّد عبد العزیز،، علی ذوالقرنین،، محمد علی اختر، سیّد امیر حسین شاہ، عظمیٰ عباس اور خالد نذیر کے شخصیت نامے وقتاً فوقتاً مختلف اخبارات و رسائل میں شائع ہوتے رہتے ہیں جس سے اس خطے کی نیک اور بزرگ ہستیوں کے اعمال و اخلاق اور زندگی کے اہم گوشوں سے واقفیت ملتی ہے۔

خطۂ بہاول پور کی مذہبی شخصیت نگاری میں بزرگانِ بہاول پور کی عظیم المرتبت شخصیات کے سوانحی کوائف مرتب کیے گئے ہیں۔ ان بزرگ ہستیوں کی تعلیمات نے جہاں اندھیروں کو روشنی میں بدل دیا وہیں ہر سو اسلام کا بول بالا ہونے لگا۔ یہاں بے شمار بزرگانِ دین اپنے تبلیغی مقاصد کی تکمیل کے لیے کوشاں رہے۔ ان شخصیات کو باطنی کمالات اور علم و فضائل پر بلند درجات حاصل تھے نیز انھوں نے نے اشاعتِ اسلام میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ مذہبی شخصیت نگاروں نے کشف و کرامات بیان کر کے نیک ہستیوں کے مقام و مرتبے سے آگاہ کیا۔ ان مذہبی شخصیات کی نصیحتیں اور رُشد و ہدایت کو بھی قلم بند کیا گیا ہے ۔ بزرگ ہستیوں کے افکار و خیالات اور اوصاف کی بھرپور ترجمانی شخصیت نامے کا خاصا ہے ۔ ان کی پوری زندگی تعلیم کے حصول میں گزری لہٰذا علم و ادب کا بے شمار خزینہ دوسروں کی رہنمائی کے لیے لٹاتے رہے۔

اسلام کی تبلیغ کے لیے دنیا کے مختلف حصوں سے بزرگ خطۂ بہاول پور آ کر اپنے مقصدِ حیات کو حاصل کرتے رہے۔ شخصیت نگاروں نہایت تفصیل سے ان مذہبی شخصیات کے احوال بیان کیے ہیں۔ بعض روایات ضعیف معلوم ہوتی ہیں جب کہ معجزات اور روحانی مرتبے کے حوالے سے بھی غیر معمولی صورتِ حال چونکا دیتی ہے تاہم مجموعی طور پر دیکھا جائے تو یہ نیک ہستیاں خود کو نہ صرف عبادت میں میں ڈھال لیتی ہیں بلکہ اوروں کو بھی دین کی طرف راغب کرتی ہیں۔

مذہبی شخصیات کی زندگی کے اہم واقعات شخصیت ناموں کی بدولت محفوظ ہیں۔ ماضی کے گم شدہ کرداروں کے بارے میں معلومات حاصل کرنا یقیناً نہایت مشکل امر ہے تاہم شخصیت نگاروں نے انتہائی مہارت سے بزرگ ہستیوں کو شامل کر کے ماضی کو فراموش کرنے کی بجائے ان کرداروں کے ذریعے زندہ کر دیا ہے۔ خاص طور پر وہ شخصیات قابلِ ذکر ہیں جو اس خطے میں اپنے فرائض کی انجام دہی میں زندگی گزارتی رہیں اور مرنے کے بعد بھی اس علاقے میں مدفون ہوئیں۔ یہاں بے شمار بزرگانِ دین تشریف لائے اور انھوں نے اپنے علم کی برکات سے اس دھرتی کو فیض یاب کیا۔ بلاشبہ خطۂ بہاول پور کو مذہبی شخصیت نگاری کے حوالے سے زرخیز زمین قرار دیا جا سکتا ہے۔ یہاں نہ صرف نامور ادیبوں نے اس صنف پر طبع آزمائی کی بلکہ نوجوان نسل میں بھی مذہبی شخصیت نامے کے حوالے سے گہرا شعور اور دلچسپی پائی جاتی ہے۔

حوالہ جات

۱۔ مسعود حسن شہاب، مشاہیر بہاول پور، (بہاول پور: اُردو اکیڈمی، بار دوم، ۱۹۸۷ء) ص ۴۲

۲۔ بشیر سیفی، ڈاکٹر، خاکہ نگاری فن و تنقید، (لاہور: نذیر سنز پبلی کیشنز، ۱۹۹۳ء) ص ۱۷۵

۳۔ عطاء اللہ اعوان، پروفیسر، ندیمانِ جمال، (بہاول پور: ۱۰/۱۶ ا ریاض کالونی، اپریل ۱۹۹۶ء) ص ۱۸

۴۔ ایضاً، ص ۹۰

۵۔ شاہد حسن رضوی، سیّد، ڈاکٹر، الزبیر، (بہاول پو: اُردو اکیڈمی، سہ ماہی، شمارہ نمبر ۳، ۲۰۰۹ء) ص ۴۶

۶۔بشیر سیفی،ڈاکٹر،خاکہ نگاری فن وتنقید،(لاہور:نذیر پبلی کیشنز،۱۹۹۳ء)ص ۶۰

۷۔انیس شاہ جیلانی،سیّد،آدمی غنیمت ہے،(صادق آباد:مبارک اُردو لائبریری،طبع اوّل،جنوری ۱۹۹۴ء)ص ۹۸

۸۔طاہر محمود کوریجہ،خواجہ،شہر دوستاں،(بہاول پور:اُردو اکیڈمی،۲۰۰۹ء)ص ۴۷

۹۔ایضاً،ص ۷۰

۱۰۔محمد بخش نول،مہر،عزیمت کے پیکر اور تحریکِ اسلامی،(بہاول پور:بہاول چناب پبلشرز، ستمبر ۲۰۱۵ء) ص

۲۴۱

۱۱۔صلاح الدین اویسی،بزرگانِ بہاول پور،(لاہور:الفیصل ناشران وتاجران کتب غزنی سٹریٹ اُردو بازار،جولائی ۲۰۰۶ء)ص ۱۸۰

۱۲۔ ایضاً،ص ۲۳۱

۱۳۔مزمل بھٹی،صحرا مہک رہا ہے،(لاہور:ماورا پبلشرز،بار اوّل،۲۰۰۵ء) ص ۱۳

۱۴۔یحییٰ امجد،فن اور فیصلے،(لاہور:ولید میر ناظم کتابیات،۱۹۶۹ء)ص ۱۵

۱۵۔قدرت اللہ شہزاد،اُجلے من کی لوگ،(بہاول پور ستلج پبلی کیشنز زنانہ ہسپتال روڈ،بار اوّل، ستمبر ۲۰۰۰ء)ص ۱۴

۱۶۔ایضاً،ص ۱۰۹